اسلامی حقوق بشر کی سیریز (۲)

اسلام میں حق حیات کا تصور

مؤلف
ڈاکٹر عباس خواجہ پیری

مترجم
سید اظفر کاظمی

بسم الله الرحمن الرحیم

مشخصات

کتاب کا نام	اسلام میں حق حیات کا تصور
تحریر	ڈاکٹر عباس خواجہ پیری
ترجمہ	سید اظفر کاظمی
نظر ثانی	سید حسین اختر رضوی اعظمی
کمپوزنگ	الغدیر فاونڈیشن ہندوستان
ناشر	ادارہ تحریک ترجمہ
تعداد	دو ہزار
تاریخ اشاعت	

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

خیابان سمیہ بین شہید مفتح و شہید موسوی پلاک ۱۷۳

تہران، ایران فون : ۸۸۸۳۱۴۱۰

www.trans-move.com

فہرست

حرف مؤلف ٦

مقدمہ ١٠

حق حیات کا تصور ١٦

حیات پر خدا کی مطلق مالکیت ٢١

اسلام میں حیات انسان کی اہمیت .. ٢٦

حق حیات کی حفاظت ٣١

اسلام میں حیات کی قسمیں ٣٥

دوسروں کی زندگی سلب کرنے کی
حرمت ٣٩

قانون قصاص، انسانی حیات کی بقا کا
ضامن ۴۸
اسقاط حمل پر پابندی........... ۵۴
اپنی زندگی چھیننے کی حرمت ۵۸
اسلام میں زندگی چھیننے کا جواز ... ۶۶
جہاد، حیات جاوداں کا مظہر ۷۲
جائز اور شرافت مندانہ دفاع ۷۸
ذریعہ معاش کا حق ۸۱
انسانوں کی حیات جاری رکھنے کے لیے
اسلام کے اقدامات ۸۶
نتیجہ ۱۰۵
منابع اور مآخذ............. ۱۱۳

حرف مؤلف

ماسکو میں اسلامی جمہوریہ ایران کے ثقافتی اتاشی کی دعوت پر گزشتہ سال دسمبر کے مہینے میں بعثت فاؤنڈیشن کے محترم حکام کے ساتھ روس کا سفر کرنے، اس سرزمین میں ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کی راہوں کا قریب سے جائزہ لینے اور موجود وسائل کی بنیاد پر لازم و ضروری قابل عمل پروگرام تدوین کرنے کی توفیق اور سعادت حاصل ہوئی۔اس سفر کے دوران روس اور تاتارستان کی مختلف دینی اور ثقافتی شخصیات کے ساتھ اہم اور مفید ملاقاتیں انجام پائیں، خاص طور پر ان دو ملکوں کے دینی امور کے اداروں کے حکام

سے جو ملاقاتیں ہوئیں، ان میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ وہ اسلامی کتب اور متون حتی اسلامی اخلاق و معارف کے موضوع پر درسی کتب میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کی فراہمی کے خواہاں ہیں۔

ان حکام کی جانب سے شدید دلچسپی کے اظہار اور رشین فیڈریشن خصوصاً شمالی قفقاز اور ولگا ساحل میں مسلمانوں کی تقریباً دو کروڑ آبادی اور سابق سوویت یونین کی جمہوریاؤں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد (کہ جو روسی زبان جانتی ہے) اور اسی طرح ان ملکوں کے لوگوں کی پبلک ٹرانسپورٹ میں مطالعہ کی بہت ہی اچھی عادت کی وجہ سے ادارہ تحریک ترجمہ نے

(کہ جس نے تقریباً ایک سال سے اسلامی معارف و تعلیمات سے متعلق کتابوں کے ترجمہ اور انٹرنیٹ پر ان کی اشاعت کا کام شروع کیا ہے) روسی زبان جاننے والوں کو اپنا اصلی مخاطب قرار دیا ہے اور وہ اس سلسلے میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

بندہ حقیر نے بھی اسلامی حقوق بشر کے میدان میں اپنے دس سال سے زائد عرصے کے مطالعہ کی بنیاد پر نسبتاً سادہ، عام فہم اور مختصر کتابیں تحریر کرنے اور انہیں روسی زبان میں ترجمہ اور شائع کر کے روسی زبان جاننے والے افراد کو اسلامی حقوق بشر کے اعلیٰ اصولوں سے روشناس کرانے کا فیصلہ کیا۔

بعثت فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر کی ہدایت کے مطابق یہ طے پایا کہ اس کتاب کے روسی ترجمہ کے ساتھ ساتھ اصل فارسی کتاب بھی شائع کی جائے اور یہ کتاب اردو ادب حضرات کی خدمت میں بھی پیش کی جارہی ہے امید ہے کہ پسند آئے گی اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں کہ یہ کام مسلسل جاری رہے۔ میں اس الہی توفیق کے حصول پر خداوند عالم کا شکر گذار ہوں۔

ڈاکٹر عباس خواجہ پیری

تہران

اسلامی جمہوریہ ایران

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ
أُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
خَبِيرٌ(سورہ حجرات – آیت ۱۳)

مقدمہ

انسانی حقوق کا مسئلہ اس کے فطری ہونے کے لحاظ سے اتنا ہی پرانا ہے جتنی اس کرۂ خاکی میں انسان کی عمر ہے اور جب سے انسان اس کرۂ خاکی میں آیا ہے، انسانی حقوق بھی اسکی وقت سے وجود میں آئے اور انسانوں اور انسانی معاشروں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ان میں توسیع وترقی ہوئی۔ یہ ہمیشہ حق پسندانہ اور حریت وآزادی کی تحریکوں اور جدوجہد کی

بنیاد بنے اور انسان کی جاوداں آرزو کی
حیثیت سے باقی رہے۔
مؤرخین کو اپنی کاوشوں اور مطالعات میں
ایسی دستاویزات ملی ہیں کہ جن کا تعلق
حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت سے دو
ہزار سال پہلے سے ہے اور ان میں
انسانوں کے فطری حقوق اور بنیادی
آزادیوں پر زور دیا گیا ہے۔
سن ۶۱۰ عیسوی میں دین اسلام
کا ظہور بھی انسانی تاریخ کا ایک زریں ترین
، درخشاں ترین اور جاوداں ترین باب ہے
جو اپنی اعلیٰ تعلیمات، خاص طور پر انسانی
حقوق کے میدان میں اپنی تعلیمات اور
اصولوں کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصے
میں دنیا کے ایک بڑے حصے میں پھیل گیا

اور ظلم و ستم کے شکار انسانوں نے اس کا بھرپور خیر مقدم کیا اور ایک بڑی تعداد نے اسے قبول کر لیا۔

عالم اسلام کے مشہور محقق و مفکر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بقول مغرب والوں کی عادت ہے کہ وہ ہر اچھے کام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ انسان نے جو بھی نعمتیں اور فضیلتیں حاصل کی ہیں، ان کا سرچشمہ وہ ہیں، جب کہ انسانی حقوق کے میدان میں مغرب کی پہلی تاریخی دستاویز کی حیثیت سے (برطانیہ کا منشور) میگنا کارٹا (magna carta) کہ جو اس وقت کے برطانیہ کے بادشاہ جان نے بارہ سو پندرہ عیسوی میں جاری کیااور دین اسلام کے

ظہور کے چھ سو سال بعد جاری کیا گیا۔ یہ دستاویز اور اس کے بعد آنے والی دستاویزات، انسانی حقوق کے قافلہ سے مغرب کے پیچھے رہ جانے، انسانی قدر و منزلت پر ان کی عدم توجہ اور صدیوں سے انسانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف ان کی جدوجہد میں تاخیر پر مضبوط اور محکم دلیل سمجھی جاتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق کے مفاہیم کے مطالعہ سے یہ بات پوری طرح واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ شریعت اسلام اور پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات میں انسانی حقوق کا نظام مغرب کے پیش کردہ نظام سے کہیں زیادہ کامل اور جامع ہے اور اس کی وجہ انسان اور اس

کی مادی و معنوی خصوصیات پر نگاہ کرنے کے بارے میں مغرب اور اسلام کے نظام قانون میں بنیادی فرق ہے۔ شریعت اسلام میں فضیلت کے معیارات، انسان کی معنویت اور انسانیت ہے اور اس پر خاص توجہ دی گئی ہے جب کہ انسان کے بارے میں مغرب کا نقطۂ نظر معنوی اور اخلاقی عوامل پر مبنی نہیں ہے۔

دوسری جانب چونکہ اخلاق اور مذہب انسانی حقوق پر عمل درآمد اور اس کی حمایت کا مضبوط ترین پشت پناہ ہو سکتا ہے، اس لئے ہر معاشرے میں اخلاقی اور مذہبی اقدار کو مضبوط بنانے سے انسانی حقوق کی حمایت میں اضافہ ہوتا ہے اور اخلاقی انحطاط و پستی اور مذہبی اقدار سے

بے توجہی بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور اسے سلب کرنے میں براہ راست اور منفی اثر کی حامل ہے۔ اس بنا پر اگر معاشرے میں متعین کئے گئے اصول و قوانین کو اس معاشرے کے افراد کی عظیم معنوی اور اعتقادی پشت پناہی اور حمایت حاصل نہ ہو، تو آخرکار اس کا مطلوبہ نتیجہ برآمد نہیں ہو گا۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اداروں اور بین الاقوامی دستاویزات کی، مذہب اور دینی اعتقادات پر عدم توجہ، عصر حاضر میں انسانی حقوق کی حمایت میں اضافہ نہ ہونے کا باعث بنی ہے، کہ جس کا نتیجہ انسانوں کے حقوق کی خلاف ورزی سے پیدا ہونے والی افسوس ناک اور المناک صورت حال ہے کہ جس

کا مشاہدہ ہم ہر روز پوری دنیا میں کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں ہماری کتابوں اور مقالات کا مقصد اسلام کی حقیقی تعلیمات کو متعارف کروا کر مغرب کے بلند و بانگ لیکن کھوکھلے اور بےبنیاد دعوؤں کے مقابلے میں شریعت اسلام کی حقانیت کو بیان کرنا ہے تاکہ سب لوگ جان لیں کہ انسانیت، اسلامی تعلیمات اور پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی کتنی مقروض اور مرہون منت ہے۔

حق حیات کا تصور

بلاشبہ حیات، عالم ہستی کی اہم ترین شے ہے اور حیات کی قسموں میں

سے حیات انسان (کائنات میں عالی ترین وجود اور اشرف المخلوقات کی حیثیت سے) انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

حیات انسانی کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ "انسان" بااستعداد ترین مخلوق شمار کیا جاتا ہے۔

جو چیز دوسری مخلوقات کی نسبت انسان کی حیات کے امتیاز اور اسے دوسروں سے ممتاز کرنے کا باعث ہے، درحقیقت اس کی حیرت انگیز اور غیر معمولی جسمانی اور باطنی استعداد اور قابلیت ہے۔

انسانی وجود کی عظمت کی شناخت و پہچان، کہ جو طاقت، عقل و شعور، غور و فکر، فکر و سوچ، علم و ارادہ، وجدان و ضمیر

اور عشق و کمال کی طرف رجحان اور انتظامی صلاحیتوں کا مالک ہے، آسان نہیں ہے، اور یہ سب چیزیں انسانی حیات کی طاقت و استعداد کا صرف ایک حصہ شمار ہوتی ہیں اور عالم ہستی کی دوسری مخلوقات کے ساتھ رابطہ اور تعلق کے سلسلے میں انسانی حیات کی تاثیر کا دائرہ اتنا وسیع اور حیرت انگیز ہے کہ اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں دانشوروں، فلسفیوں اور حکماء نے پوری تاریخ کے دوران ہمیشہ تحقیق و جستجو کی ہے اور اس پر توجہ دی ہے۔

فطری حقوق کا اہم ترین اصول،

تمام انسانوں کے لئے حیات کا حق ہے اور

اس اصول کو مختلف مکاتب میں تسلیم کیا گیا ہے۔

حق حیات انسان کے ذاتی اور فطری حقوق میں سے ہے اور اسے دوسرے انسانی حقوق کی اساس و بنیاد سمجھا جاتا ہے، کیونکہ تمام انسانی حقوق خود انسان کے وجود پر قائم ہیں اور زندگی کے حق کے بغیر انسان کے لئے کسی بھی حق کا کوئی معنی و مفہوم نہیں ہے۔

اسی طرح انسان کے لیے حق حیات کے فطری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس حق کے وجود کو کسی وضع کردہ قانون کی ضرورت نہیں ہے اور قانون وضع کئے بغیر بھی یہ حق تمام انسانوں کے لیے موجود ہے، بلکہ ہر معاشرے اور نظام میں

وضع کردہ قوانین کو انسان کے حق حیات کا دفاع اور اس کی حفاظت کے علاوہ انسان کے لیے ضروری سکیورٹی اور سلامتی فراہم اور مہیا کرنی چاہیئے۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ واضح طور پر کہتا ہے کہ: "ہر کسی کو زندگی، آزادی اور شخصی و انفرادی سلامتی کا حق حاصل ہے"۔[1]

شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی میثاق بھی حق حیات کے ذاتی ہونے پر تاکید اور اس کی قانونی حمایت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے، اس حق کو خود سرانہ طور پر سلب کرنے اور انسان کو

---

[1] (انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ ۔ آرٹیکل ۳)

زندگی کے حق سے محروم کرنے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔[۱]

حیات پر خدا کی مطلق مالکیت

بلاشبہ تمام مخلوقات کی حیات پر خداوند متعال کی مطلق مالکیت ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾[۲]

"اس نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں حسن عمل کے اعتبار سے

---

[۱] (شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی میثاق ۔ آرٹیکل ۶ ۔ شق ب-۱)

[۲] (سورہ ملک ۔ آیت ۳)

سب سے بہتر کون ہے اور وہ صاحب عزّت بھی ہے اور بخشنے والا بھی۔"

اس بنا پر آفرینش اور حیات خداوند عالم سے مختص ہے اور کوئی بھی موجود اور مخلوق حیات کو پیدا کرنے اور وجود میں لانے کی طاقت و توانائی نہیں رکھتی ہے۔

امیرالمومنین حضرت علی

اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"اگر دنیا کے تمام جاندار؛ چاہے وہ پرندے ہوں یا چارپائے، جو باڑے میں ہیں اور جو بیابان میں چر رہے ہیں، تمام نسلوں اور تحریکوں سے تعلق رکھنے والے انسان، علم حاصل نہ کرنے والے اور زیرک انسان جمع ہو جائیں تا کہ ایک مچھر کو پیدا کر

سکیں، تو وہ اسے پیدا کرنے کی طاقت و توانائی نہیں رکھتے اور اس کے پیدا ہونے کا راستہ نہیں جانتے ہیں، بلکہ ان کی عقلیں سر گرداں اور اس کی شناخت و پہچان میں حیران و پریشان رہ جاتی ہیں، ان کی طاقت جواب دے جاتی ہے اور وہ ناکام و نامراد واپس آ جاتے ہیں پھر وہ اپنی شکست اور ناکامی کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ مچھر کو پیدا نہیں کر سکتے اور اس کو نابود اور برباد کرنے میں بھی ناتواں ہیں۔۔۔"۔[1]

قرآن کریم کی تاکید اس بات پر ہے کہ موت و حیات کی خلقت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے:

---

[1] (نہج البلاغہ ــ خطبہ ۱۸۶)

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا﴾[۱]

"اور وہی موت و حیات کا دینے والا ہے۔"

زندگی اور حیات کی خلقت میں خداوند کی طاقت و توانائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ حیات کو موت اور نیستی سے خلق کرتا ہے:

﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ﴾[۲]

"اور ان کے لئے ہماری ایک نشانی یہ مردہ زمین بھی ہے جسے ہم نے

---

[۱] (سورہ نجم ـ آیت ۴۴)
[۲] (سورہ یس ـ آیت ۳۳)

زندہ کیا ہے اور اس میں سے دانے نکالے ہیں جن میں سے یہ لوگ کھا رہے ہیں۔"

حیات کے ایک پیچیدہ ترین امر کے لحاظ سے انسان کی موت و حیات کی مالکیت خداوند متعال کے پاس ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ﴾

"وہی خدا ہے جس نے تم کو حیات دی ہے اور پھر موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا مگر انسان بڑا انکار کرنے والا اور ناشکرا ہے۔"

اسلام میں حیات انسان کی اہمیت

اسلام کے نقطۂ نظر سے زندگی ایک الٰہی نعمت ہے اور ایسا حق ہے کہ جس کی ہر انسان کے لیے ضمانت دی گئی ہے اور یہ تمام انسانی حقوق میں سر فہرست ہے۔ جب تک یہ حق معاشرے کے افراد کو نہ دیا جائے تو دیگر انسانی حقوق کے بارے میں بحث بے معنی اور عبث ہو گی۔

انسانی زندگی کی قدر و قیمت کی بنیاد، انسانی وجود کی اہمیت اور اس کی زندگی پر حملے اور جارحیت کی ناشائستگی اور برائی ہے۔ اس اصول کی بنیاد پر ایک انسان کو قتل کرنا، ایک انسان کی زندگی پر حملہ نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ انسانیت کا قتل اور اس پر حملہ نیز نفس محترمہ کے قتل کی

برائی اور ناشائستگی کا ختم ہو جانا شمار ہوتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[1]

"اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی نفس کو کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد کی سزا کے علاوہ قتل کر ڈالے تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک نفس کو زندگی دے دی اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی دے دی۔"

---

[1] (سورہ مائدہ ــ آیت ۳۲)

اسلام میں انسانی خون کی حرمت اس قدر زیادہ ہے کہ ایک انسان کی موت وحیات کی قدر وقیمت، تمام افراد کی موت وزندگی کے برابر قرار دی گئ ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں کہ جو آپ نے اپنی حیات مبارک کے آخری سال منیٰ کے میدان میں مسلمانوں کے اجتماع میں انسانوں کے حقوق اور ان کے خون کی حرمت پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو، تمہاری زندگی ایک دوسرے پر حرام (یعنی حرمت رکھتی) ہے قیامت کے دن تک: (خدا کی بارگاہ میں

مؤمن کا قتل تمام دنیا کی تباہی و بربادی سے بڑا ہے۔"[۱]

اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر آسمان و زمین کے رہنے والے کسی مؤمن کا خون بہانے میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو جائیں تو خدائے عز و جل ان سب کو جہنم کی آگ میں ڈال دے گا"۔[۲]

البتہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ انسانوں کی جان کی حرمت کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے اور اسلام نے غیر مسلموں کی حیات اور زندگی کے

---

[۱] (کنزالعمال ــ جلد ۱۵ صفحہ ۱۹)
[۲] (کنزالعمال ــ جلد ۱۵ صفحہ ۲۱)

بارے میں کوئی حدود مقرر نہیں کئے ہیں، بلکہ غیر مسلموں کی جان بھی کہ جب تک وہ مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے خلاف نہ اٹھیں اور سازش نہ کریں، قابل احترام قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

جس نے کسی کو اس کی جان کی امان دی اور بعد میں اس کو قتل کر دیا تو دوزخ کی آگ اس پر واجب اور لازم ہو جاتی ہے، اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔[1]

---

[1] (کنزالعمال - جلد ۴ صفحہ ۳۶۶)

حق حیات کی حفاظت

اپنی اور دوسروں کی زندگی کی حفاظت عظیم الہی فرائض اور ایک مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان شخص کو اپنی زندگی اور دوسرے انسان کی زندگی کا کہ جو جارحیت اور حملے کا شکار ہوا ہے، دفاع کرنا چاہیے، خاص طور پر ظالموں کے مقابلے میں کمزوروں کی زندگی کا۔

تمام انسانوں کے لئے زندگی کے حق کی ضمانت، معاشروں اور حکومتوں کی ذمہ داری اور فریضہ ہے اور انہیں اس حق کی حمایت کے ساتھ ہی ساتھ انسانوں کی زندگی پر جارحیت اور حملے کے خلاف اٹھ

کھڑے ہونا چاہئے اور شرعی جواز کے بغیر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

شریعت اسلامی نے ایک انسان کی زندگی کو پوری انسانیت کی زندگی کے برابر و مساوی قرار دیا ہے۔[2] اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا تحفظ اور انسانوں کی نسل کا تسلسل اور دوام انسانی طبقوں کی زندگی کی حفاظت پر منحصر ہے اور واضح ہے کہ زندگی کی حفاظت کا فریضہ پہلے خود انسان پر واجب و ضروری ہے۔

انسانی خون کی حرمت کے علاوہ ان عوامل اور خصوصیات پر بھی کہ جو اس کی انسانی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں،

---

[1] (اعلامیہ حقوق بشر اسلامی ــ آرٹیکل ۲ الف)

[2] (سورہ مائدہ آیات ۳۱، ۳۲)

اسلام میں انسانی زندگی کے حق کے مساوی اور برابر توجہ دی گئی ہے۔

شریعت اسلامی میں ایک مسلمان کے مال اور عزت و آبرو کی حرمت، اس کی جان کی حرمت کی مانند قرار دی گئی ہے، کیونکہ انسانی حیثیت و ساکھ اور عزت و کرامت درحقیقت وہی انسانیت کی حقیقت ہے کہ جو انسان اور دوسری مخلوقات کی زندگی کے ممتاز ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس بات پر خاص توجہ رکھنی چاہئے کہ اسلام کے نظام قانون میں زندگی اور حیات صرف انسانوں کے لئے ایک حق کی حیثیت سے پیش نظر نہیں ہے بلکہ چونکہ زندگی اور حیات ایک الٰہی نعمت اور رحمت ہے، اس لئے ایک طرف انسان

کے لئے اس خداداد نعمت کے حامل ہونے کا حق پیدا کرتی ہے اور دوسری طرف اس کو پابند کرتی ہے کہ وہ اس حق کی حفاظت اور تحفظ سے متعلق لوازمات فراہم کرے اور اس کو جاری رکھنے کے لئے جو ضروریات ہیں (جیسے غذا، صحت عامہ وغیرہ) ان کا خیال رکھے۔

اس بنیاد پر حق حیات ایک الٰہی امانت ہے جو انسان کے ہاتھ میں دی گئی ہے اور اسے اس کی حفاظت اور تحفظ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے جسم و روح کو نقصان پہنچانے یا خودکشی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اسلام میں حیات کی قسمیں

اسلام کے نظام قانون میں، دیگر نظام ہائے قانون کے برخلاف، جب حق حیات کی بات آتی ہے تو مقصود صرف انسان کی مادی حیات وزندگی نہیں ہے۔

اگرچہ موجودات عالم کی حیات اور زندگی کے مراتب میں انسان کی مادی زندگی کا مرتبہ حیوانات اور نباتات کی زندگی سے بالاتر ہے، لیکن جو چیز اسلام کے نقطۂ نظر سے خاص اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے، انسان کی معنوی اور روحانی زندگی ہے جسے قرآن کریم میں "حیات طیبہ" سے تعبیر کیا گیا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[1]

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے۔"

حیات طیبہ انسان اور دوسری مخلوقات میں امتیاز اور تشخیص کا ذریعہ ہے اور دوسری مخلوقات پر انسان کی برتری کی نشانی اور علامت سمجھی جاتی ہے، کیونکہ حیات طیبہ صرف انسان کو حاصل ہوتی

---

[1] (سورہ نحل-آیت ۹۷)

ہے اور دوسری مخلوقات کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انسان کی مادی زندگی اور ایک فرد کی زندگی کو تمام انسانوں کی زندگی کے برابر قرار دینے کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ خداوند عالم نے تمام انسانوں کے لیے زندگی اور حیات کا حق مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ اس نعمت الٰہی اور ان صلاحیتوں اور استعداد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جیسے خدا نے انسان کے وجود میں قرار دی ہیں، اپنے معنوی اور روحانی کمال کا راستہ طے کریں اور حیات طیبہ کو حاصل کرلیں۔

ایک انسان کی مادی زندگی کو سلب کرنا یا اس سے چھین لینا، انسان کی حقیقت پر جو ایک الٰہی نعمت کی حیثیت سے

تمام انسانوں کے اندر موجود ہے، جارحیت اور حملہ سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح ہر انسان کو مادی زندگی اور حیات کا حق حاصل ہے، اسی طرح اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اخلاقی برائیوں اور فتنوں سے پاک ایک معاشرے میں اس طرح زندگی بسر کرے کہ وہ معنوی اور روحانی لحاظ سے اپنے آپ کو سنوار سکے۔ واضح سی بات ہے کہ جس طرح انسان کی مادی زندگی کی حمایت اہمیت کی حامل ہے، اسی طرح اس کی معنوی اور روحانی حیات اور زندگی پر بھی شریعت اسلام نے زور دیا ہے۔[۱]

---

[۱] (اعلامیہ حقوق بشر اسلامی آرٹیکل ۱۷)

دوسروں کی زندگی سلب کرنے کی حرمت

دوسروں کی زندگی پر جارحیت اور حملہ اور زندگی کا حق سلب کرنا، اسلام کی نظر میں سب سے بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

"دنیا کا زوال اور نابودی و تباہی خدا کے نزدیک ایک مؤمن کے قتل سے زیادہ آسان ہے"۔[1]

شریعت اسلام میں ایک قاتل شخص کے لئے اخروی عذاب کے لحاظ سے جہنم میں ہمیشہ جلنے کی سزا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

---

[1] (حقوق بشر در اسلام ــ صفحہ ۲۴)

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾[1]

"اور جو بھی کسی مومن کو قصداً قتل کردے گا اس کی جزا جہنّم ہے۔ اسی میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت بھی کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذابِ عظیم بھی مہیّا کر رکھا ہے۔"

اس کے علاوہ اسلامی قانون میں اس شخص کے لئے جو کسی کو قانونی جواز کے بغیر قتل کرے، اس دنیا میں پھانسی اور موت کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے:

---

[1] (سورہ نساء آیہ ۹۳)

﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ
إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ
سُلْطَانًا ---﴾[۱]

"اور کسی نفس کو جس کو خدا نے محترم بنایا ہے بغیر حق کے قتل بھی نہ کرنا کہ جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدلہ کا اختیار دے دیتے ہیں۔"

شریعت اسلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی غیرانسانی رسم کا سنجیدہ مقابلہ کرنا تھا کہ جو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور دین اسلام کے ظہور کے فوراً بعد اس کو حرام قرار دے دیا گیا اور اسلام نے اس وحشیانہ اقدام اور رسم

---

[۱] سورہ اسراء، آیت ۳۳

کی سختی سے مخالفت کی اور اس کا سنجیدگی سے بھرپور مقابلہ کیا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اور جب زندہ در گور لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ انہیں کس گناہ اور جرم میں مارا گیا ہے۔[1]

ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ قانون اسلام میں صرف بڑی عمر کے افراد کے لیے حیات اور حق زندگی کو اہمیت نہیں دی گئی ہے، بلکہ بچوں کی زندگی بھی اتنی ہی اہمیت کی حامل ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس حقیقت کی اہمیت کو بیان کرتی ہے:

---

[1] (سورہ تکویر۔ آیت ۸،۹)

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾[1]

"اور خبردار اپنی اولاد کو فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرنا کہ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بیشک ان کا قتل کر دینا بہت بڑا گناہ ہے۔"

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ایک انسان کے قتل میں کئی افراد کی شرکت اور ایک شخص کے حق زندگی پر حملے میں کئی افراد کی شرکت سے قاتلین کے جرم اور گناہ کی اہمیت کم نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قتل میں جتنا بھی تعاون ہو، قیامت کے دن خدا کی

---

[1] (سورہ اسراء - آیت ۳۱)

رحمت سے دوری اور ناامیدی کا موجب بنے گا۔[1]

اسی طرح نقل کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات کے زمانے میں مدینہ میں ایک شخص کو کئی افراد نے مل کر کچھ اس طرح قتل کیا کہ کسی معین شخص کی قاتل کی حیثیت سے شناخت نہ ہو سکی۔ پیغمبر اکرم ﷺ یہ خبر سنتے ہی مسجد میں آئے اور اعلان فرمایا: "اگر زمین و آسمان میں رہنے والے تمام لوگ انسانی قتل میں شریک ہوں تو خدا سب کو عذاب دے گا"۔[2]

---

[1] (حقوق بشر در اسلام۔ صفحہ ۴۴)

[2] (اسلام و حقوق بشر۔ صفحہ ۴۹۰ اور حقوق بشر در اسلام۔ صفحہ ۴۴)

اس کے علاوہ اسلام میں انسانوں کے قتل سے منع کرنا اور ان کی حیات اور زندگی چھین لینا صرف مسلمانوں سے مختص نہیں ہے، بلکہ وہ تمام افراد جو اسلامی حکومت کی پناہ میں زندگی گزارتے ہیں، اس حق کے حامل ہیں اور جب تک وہ اسلامی حکومت کو ختم کرنے اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں، ان کی جان و مال اور خون حرمت رکھتا ہے اور انہیں اسلامی حکومت کی حمایت حاصل ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی اہل ذمہ کو قتل کرے خدا اس پر جنت حرام کر دے گا"۔[1]

---

[1] (اسلام و حقوق بشر ـ صفحہ ۴۹۱)

نفس کے قتل اور انسانی حیات اور زندگی کو چھین لینے کے بارے میں اسلامی احکام اس قدر سخت ہیں کہ حتی ایک قاتل اور دوسروں کی زندگی چھیننے والے کو پناہ دینے کی بھی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس کسی نے قاتل یا قتل کا سبب بننے والے کو پناہ دی، اس پر خدا کی لعنت ہو"۔[1]

دوسروں کی زندگی چھین لینے کے بارے میں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ قانون اسلام میں "قتل پر مجبور کیا جانا، قتل کے ارتکاب کا جواز نہیں ہے"

---

[1] (وسائل الشیعہ جلد ۱۹ صفحہ ۱۵)

اس بنا پر اگر کسی کو دھمکی دی جائے کہ اس نے دوسرے شخص کو قتل نہ کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا، تو دھمکی ملنے والے کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے کو قتل کر دے اور اس کی زندگی چھین لے، کیونکہ انسانوں کی زندگی کی قدروقیمت برابر اور قابل احترام ہے بلکہ اس کے برعکس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر تم خود مارے جاؤ اور ایک نمازی انسان تمہارے ہاتھوں سے نہ مارا جائے تو یہ کام کر گزرو:۔[1] جیسا کہ صدر اسلام کے غزوات کی تاریخ میں ہم مشاہدہ

[1] (کنزالعمال ـ جلد ۵ صفحہ ۲۲)

کرتے ہیں کہ مجاہد اور فداکار انسان کھجور کا ایک دانہ (کہ جو ان کی بچی ہوئی واحد خوراک تھی) اپنے مجاہد بھائی کے لیے چھوڑ کر اس کی جان بچاتے اور خود شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو جاتے تھے۔

قانون قصاص، انسانی حیات کی بقا کا ضامن

قانون اسلام میں انسانی زندگی کی بقا کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی حفاظت اور تحفظ کے لیے انسانی حیات کے ضامن کی حیثیت سے "قانون قصاص" معین کیا گیا ہے۔

قانون اسلام میں قصاص اور دیات کا قانون وضع کرنے کا فلسفہ، لوگوں کی جان کا تحفظ، دوسروں کی حیات اور سلامتی پر لوگوں کے ناجائز حملے اور معاشرے میں خونریزی کو روکنا ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[1]

"صاحبانِ عقل تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے کہ شاید تم اس طرح متقی بن جاؤ۔"

یہ قانون ظہور اسلام سے قبل بھی خداوند متعال نے توریت میں مقرر

[1] (سورہ بقرہ-آیت ۱۷۹)

کیا تھا اور شریعت اسلام میں اسے زیادہ کامل شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم اس سلسلے میں کچھ یوں فرماتا ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾[1]

"اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔"

اسلام کے نقطۂ نظر سے قصاص یا بدلہ کسی بھی طرح "خون کو خون سے

---

[1] (سورہ مائدہ ــ آیت ۴۵)

دھونے" کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ موزوں اور مناسب سزاؤں کا وضع کرنا ہے تاکہ لوگ دوسروں کی حیات او رزندگی کا خیال رکھیں اور نفس کو قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب کرنے سے گریز اور اس سے دوری اختیار کریں۔ قصاص اور اس کے فلسفۂ وجودی پر توجہ اس اعلی اسلامی حکم کے بارے میں بداندیشی اور ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کر دیتی ہے۔

البتہ اس بات پر توجہ رکھنی چاہئے کہ اسلام میں قصاص کے حکم پر عمل درآمد اس بات سے مشروط ہے کہ قتل؛ اولاً ہوش و حواس کے ساتھ اور ثانیاً جان بوجھ کر کیا گیا ہو اور اس کے علاوہ مقتول کے وارث دیت لینے یا قاتل کو معاف کرنے

پر راضی نہ ہوں، اگر یہ صورت نہ ہو تو قصاص کے حکم پر اس قاتل کے لیے کہ جس نے پاگل پن کی حالت میں یا عقلی اور نفسیاتی طور پر حواس باختہ ہونے کی بنا پر قتل کیا ہو یا یہ قتل غیر عمدی طور پر اور خطا و غلطی کا نتیجہ ہو یا مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں یا دیت لے لیں، عمل نہیں ہو گا، جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا﴾[1]

"اور کسی مومن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے

---

[1] (سورہ نساء - آیت ۹۲)

مگر غلطی سے اور جو غلطی سے قتل کر
دے اسے چاہئے کہ ایک غلام آزاد کرے
اور مقتول کے وارثوں کو دیت دے مگر یہ
کہ وہ معاف کر دیں۔"

حکم قصاص پر عمل درآمد سے
جان بوجھ کر دوسروں کی جان لینے کے
سلسلے میں لوگوں کی جسارت اور گستاخی
میں کمی واقع ہوتی ہے اور انسانوں کی
حیات اور زندگی کی حرمت نہ صرف محفوظ
بلکہ اس کی حمایت ہوتی ہے۔

اسقاط حمل پر پابندی

اسلام کی جانب سے انسانی
زندگی کی حمایت کا دائرہ صرف پیدائش کے
بعد کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ

انسانی حمل بھی شامل ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے انسانی حیات اور زندگی پر حمل کے دور میں حتی نطفہ کی تشکیل سے قبل توجہ دی گئی ہے اور اس کی حمایت کی گئی ہے اور اسقاط حمل کے ذریعے زندگی اور حیات چھین لینے کو جرم اور گناہ قرار دیا گیا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا سزا کا مستحق ہے، کیونکہ انسان کا وجود اور اس کی موجودیت دو ابتدائی جنسی خلیوں کے ملنے کے وقت سے شروع ہوتی ہے اور کسی بھی مرحلے میں اس کو ختم کرنا، قرآن کریم کی واضح ہدایت کی روشنی میں[1] ایک انسان کی زندگی ختم کرنا سمجھا جاتا

---

[1] (تفصیل کے لئے سورہ مائدہ ـ آیت ۳۲ کی طرف رجوع فرمائیں)

ہے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ پیدائش کو کنٹرول کرنے کے لیے (استثنائی اور اضطراری مواقع کے سوا) اسقاط حمل کا طریقہ استعمال کیا جائے، کیونکہ حمل کی زندگی کو اس کی تکمیل کے تمام مراحل میں رحم مادر میں نطفہ کے ٹھہرنے سے لے کر، رشد اور بڑھنے کے مراحل کے آغاز اور اس کے علقہ (جمے ہوئے خون)، مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) اور آخر کار بچے (جنین) میں تبدیل ہونے تک اسلام کی مکمل حمایت حاصل ہے اور اس کو گرانا یا ختم کرنا، نفس محترمہ کا قتل سمجھا جاتا ہے۔

اسلام میں حتی زنا کے نطفہ سے ٹھہرنے والے حمل کے گرانے کو بھی

حرام قرار دیا گیا ہے اور اس بنیاد پر اس وجہ سے کہ عورت اور مرد کے زنا کے نتیجہ میں نطفہ ٹھہرا ہے، اس کو گرایا اور اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔ دین اسلام کی نظر میں اس بات پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ میاں بیوی حفاظتی اقدامات کرکے حمل کو ٹھہرنے سے روکیں لیکن حمل ٹھہرنے کی صورت میں انہیں اس کو گرانے اور اس کی زندگی لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بہت سے دینی علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حمل ٹھہرنے سے ایک علیحدہ وجود پیدا ہوا ہے کہ جو ماں سے ہٹ کر خود ایک مستقل زندگی کا حق رکھتا ہے اور کسی بھی شخص کو (شرع میں بیان کیے گئے اضطراری مواقع کے علاوہ) حتیٰ اس کے

ماں باپ کو بھی اس کی زندگی چھیننے کا حق نہیں ہے۔

حتی ان اسلامی دانشوروں نے بھی کہ جنہوں نے حمل یا رحم مادر میں موجود بچے کو ماں کے وجود کا ایک عضو شمار کیا ہے، اس دلیل اور استدلال کے ساتھ کہ کسی بھی انسان کو اختیار اور اجازت حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو اپنے بدن کے اعضاء سے جدا کرے، ماں کو اسقاط حمل کی اجازت نہیں دی ہے۔

واضح ہے کہ اگر اسقاط حمل ماں باپ کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے ظلم اور جارحیت کی وجہ سے بھی ہو، حتی اگر اس شخص نے یہ کام جان بوجھ کر نہ بھی کیا ہو جب بھی اس کا یہ عمل گناہ سمجھا

جائے گا اور اس کے لیے دنیوی اور اخروی سزا پیش نظر رکھی گئی ہے۔

اپنی زندگی چھیننے کی حرمت

اسلامی قانون کی رو سے حق حیات کے سلسلے میں ایک قابل ذکر نکتہ، خودکشی کے حرام ہونے کا مسئلہ ہے۔ اپنی زندگی چھیننے کو قرآن کریم نے واضح طور پر منع کیا ہے۔﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾[1]

"اور خبردار اپنے نفس کو قتل نہ کرو۔ اللہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے۔"

---

[1] (سورہ نساء ـــ آیت ۲۹)

اسلام کی نظر میں انسان کے جسم اور اس کی حیات اور زندگی کا مالک خداوند متعال ہے۔ اس نے انسان کو حیات اور زندگی عطا کی ہے اور جب بھی وہ ارادہ کرے اس کو واپس لے لے گا۔ چونکہ انسان کی خلقت اور اس کی زندگی کا مقصد، اس کا کمال اور سعادت مندی کی منزل تک پہنچنا ہے، اس لیے خود کشی در حقیقت کمال تک پہنچنے سے پسپائی اور ناکامی کی کھائی میں گرنا اور انسان کا انحطاط ہے۔

رسول خدا ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس کسی نے دنیا میں کسی چیز کے ذریعے خود کشی

کی تو قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا"[۱]

ایک اور روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے: "جس نے اپنا گلا گھونٹ کر خود کو ہلاک کیا تو اس نے خود کو دوزخ کی آگ میں ڈالا ہے اور جس نے خود کو نیزہ مارا، وہ آگ میں جلے گا"۔[۲]

اس بات پر توجہ رکھنی چاہئے کہ اسلام میں قتل نفس کی حرمت، مطلق ہے اور جیسا کہ یہ دوسروں کی زندگی چھیننے کو شامل ہے، اپنی زندگی کو چھیننا بھی اس حرمت میں شامل ہے اور

---

[۱] (سنن دارمی ــ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)۔

[۲] (کنزالعمال ــ جلد ۵ صفحہ ۳۵)

خود کشی اسلام کے نقطۂ نظر سے گناہ کبیرہ میں شمار ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس کے مرتکب شخص کے لیے قیامت کے دن سخت سزا مقرر کی ہے:

﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾[1]

"اور جو ایسا اقدام حدود سے تجاوز اور ظلم کے عنوان سے کرے گا ہم عنقریب اسے جہنّم میں ڈال دیں گے اور اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔"

انسانوں کی خود کشی کے علل و اسباب میں، دینی اعتقاد اور ایمان کی کمزوری، دینی اخلاق اور معنویت و

---

[1] (سورہ نساء - آیت ۳۰)

روحانیت کا ضعف اور کمزوری، مادیات اور دنیوی خواہشات کی طرف بے پناہ رجحان اور طاقت فرسا نفسیاتی اور جسمانی بیماریاں شامل ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی سبب اسلام کے نقطۂ نظر سے اس عظیم گناہ کے ارتکاب کا جواز نہیں ہے، بلکہ انسان اپنی پوری زندگی کے دوران جو بھی خیر و شر دیکھتا ہے یا تو وہ اس کے غلط عمل کا نتیجہ اور اس کے اپنے گناہوں کا کفارہ یا الٰہی امتحان ہے اور ضروری ہے کہ انسان اس قسم کی سختیوں اور مصیبتوں کے مقابلے میں صبر و شکیبائی سے کام لے اور اصلاح اور شکر گزاری کے راستے کا انتخاب کرے۔ قرآن کریم اہل ایمان کو مشکلات اور سختیوں میں استقامت و پائیداری کی دعوت دیتے

ہوئے فرماتا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴾[1]

"ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس بنیاد پر ادیان الہی خصوصا شریعت اسلام نے "خود خواستہ موت" یا "اوتانازی" کی سخت مخالفت کی ہے اور اسے قتل نفس کے مصادیق میں سے قرار دیا ہے۔ واضح ہے کہ اس انسان کے لیے کہ جو لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے یا ناقابل برداشت رنج و مصیبت برداشت کر رہا ہے، رضاکارانہ طور پر زندگی کو ختم کرنا،

---

[1] (سورہ بقرہ۔آیت ۱۵۳)

انسانی کرامت اور انسانی حیات کی قدر و قیمت کو نظرانداز کرنا ہے اور بطریق اولی غیر رضاکارانہ موت (اوتانازی غیر رضاکارانہ) یا اضطراری موت (اوتانازی اضطراری) کو گلے لگانا ناجائز سمجھا جاتا ہے اور مقتول کو سزا ملنے کے علاوہ جس شخص نے بھی اپنی خواہش یا تشخیص سے بیمار شخص کے خلاف اس قسم کا اقدام انجام دیا ہو، اسے قتل نفس کی سزا ملے گی اور جس شخص کے خلاف یہ جرم انجام دیا گیا ہے اس کی رضامندی یا عدم رضامندی کا اس کی سزا میں کوئی عمل دخل نہیں ہے اور اس کے عمل پر قتل نفس کی حرمت کا اطلاق ہوتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے انسانوں کے درمیان ایک شخص مجروح ہو گیا اور اس نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اور زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے مر گیا۔ پس خداوند متعال نے فرمایا: اس نے اپنی جان لینے میں مجھ سے سبقت لے لی، بے شک میں نے اس پر جنت حرام کر دی"۔

اسلام میں زندگی چھیننے کا جواز

اگرچہ اسلام کے نقطۂ نظر سے حق حیات کو ایک الٰہی نعمت اور انسان کے اہم ترین فطری حقوق میں سے شمار کیا

جاتا ہے اور اشخاص اور حکومتوں کے لیے اس کی حفاظت کو ایک الٰہی ذمہ داری اور فریضہ قرار دیا گیا ہے اور کسی بھی ایسے وسیلے سے استفادہ کرنا کہ جو کلی یا جزئی طور پر انسانیت کے اس سرچشمے کے ختم ہونے کا باعث بنے، ممنوع اور ناجائز سمجھا گیا ہے۔[۱] لیکن یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اسلام میں حیات اور زندگی کا حق مطلق اور استثناء کے بغیر ہے، بلکہ یہ حق تب تک قابل احترام ہے جب تک کسی دوسرے انسان کی زندگی کو خطرے میں نہ ڈالے، یا انسانی کمال کے راستے میں عالی تر اور اہم ضرورت موجود نہ ہو۔ یہاں ہم اختصار

---

[۱] (اعلامیہ حقوق بشر اسلامی، آرٹیکل ۲-ب)

کے ساتھ دوسروں کی زندگی چھیننے اور سلب کرنے کے امکان کے مواقع اور مقامات بیان کر رہے ہیں:

الف۔ قصاص کا حکم

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ دین اسلام کی نظر میں قصاص صرف قاتل کی زندگی چھین لینا نہیں ہے، بلکہ اس کا فلسفۂ تشریع انسانوں کے حق حیات پر ناجائز حملے کا مقابلہ کرنا اور بنی نوع انسان کی زندگی کی بقا کی ضمانت ہے، اس کے علاوہ قاتل کا قصاص در حقیقت ایک منصفانہ اور معمول کی سزا سمجھی جاتی ہے اور اس پر عمل درآمد عمومی وجدان اور ضمیر کو جو نفس محترمہ کے قتل سے مجروح ہوا ہے، راضی اور قانع کرتا ہے۔

ب۔ اضطراری اسقاط حمل

اس سے پہلے تفصیل سے بیان کیا گیا کہ اسلام کی جانب سے حق حیات کی حمایت ولادت کے بعد کی زندگی سے مختص نہیں ہے بلکہ رحم مادر میں نطفہ ٹھہرنے کے وقت سے اس کے لئے حق حیات وجود میں آ جاتا ہے اور ٹھوس علت اور دلیل کے بغیر اس کی زندگی چھیننا اور ختم کرنا جائز اور قابل قبول نہیں ہے، کبھی ممکن ہے حمل کا جاری رہنا ماں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دے یا ماں کی صحت و سلامتی کو اس سے چھین لے یا ماں کے لیے غیر معمولی دشواری کا موجب بنے، اس صورت میں دوسری اہم مصلحت کا خیال رکھنے کے مقصد اور اضطراری اقدام

کی حیثیت سے اسقاط حمل کو جائز قرار دیا گیا ہے اور حمل کو گرایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بچہ رحم مادر میں مر گیا ہو تو اس کو گرانا جائز ہو گا۔

ج۔ خدا اور رسول کے ساتھ جنگ اور فساد فی الارض

شریعت اسلام میں جس شخص نے اسلامی نظام کے ساتھ مقابلے کے لئے عملی جنگ اور محاذ آرائی کے ساتھ کوشش کی ہو تو اسے "محارب" اور "مفسد فی الارض" قرار دیا جاتا ہے اور اس کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے۔ محارب کی سزا کی سطح کا تعین اس کے عمل اور اقدام کی شدت کے مطابق کیا جاتا ہے اور اگر محارب نے دوسروں کو قتل کرنے کا ارتکاب کیا ہو،

تو اس کی سزا موت اور پھانسی ہے۔ قرآن کریم نے محارب کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[1]

"بس خدا و رسول سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انہیں ارضِ وطن سے نکال باہر کیا جائے۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی

---

[1] (سورہ مائدہ۔ آیت ۳۳)

ہے اور ان کے لئے آخرت میں عذابِ عظیم ہے۔"

واضح ہے کہ اس قسم کے اعمال کا ارتکاب کہ جو لوگوں کی عمومی سلامتی کو خطرے میں ڈالتے ہیں اور عام لوگوں کے ڈر اور خوف کا باعث بنتے ہیں، ان کی شدت کے اعتبار سے اس کے مرتکب افراد کی سزا کا باعث بنے گا۔

جہاد، حیات جاوداں کا مظہر

ایک اہم استثناء کہ جو شریعت اسلام کے احکام میں اپنی حیات سلب کرنے کے بارے میں موجود ہے وہ راہ خدا میں جہاد کا مسئلہ ہے۔ مجاہد انسان، الٰہی مقاصد کے حصول اور ان کے دفاع کے لیے اپنے

انتخاب سے اپنی جان یا جسمانی سلامتی کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

جہاد در حقیقت انسانی کمال تک پہنچنے کا ایک راستہ، بلکہ انسان کی بلندی و ترقی کا اہم ترین اور عالی ترین راستہ ہے۔ اعلائے کلمۂ اسلام، شعائر دین کو قائم کرنا، مکتب کے حدود کے تحفظ، آزادی اور مظلوم و ستم رسیدہ افراد کے جان و مال کے دفاع اور تحفظ کے لیے جان و مال کا خرچ کرنا، اعلی فضیلت اور برتری کا حامل ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں اس کی طرف اشارہ اور اس پر زور دیا گیا ہے۔ خداوند متعال نے قرآن کریم میں مجاہدین کی برتری کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

﴿فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[۱]

"اللہ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر امتیاز عنایت کئے ہیں اور ہر ایک سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلہ میں اجرِ عظیم عطا کیا ہے۔"

اسلام میں مجاہد انسان کا مقام و مرتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی سے بالاتر یہ نیکی ہے کہ ایک شخص راہ خدا میں مارا جائے،

---

[۱] (سورہ نساء - آیت ۹۵)

اس سے بڑی نیکی اور فضیلت کوئی نہیں ہے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت علی نے جہاد کی تعریف کرتے ہوئے اسے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ قرار دیا ہے کہ جسے خدا نے اپنے خاص دوستوں اور پیروؤں پر کھولا ہے۔[2]

اسلام نہ صرف مجاہد انسان کے عمل کو، خود کو پستی اور گھاٹی میں گرانے کا مصداق نہیں سمجھتا (سورہ بقرہ - آیت ۱۹۵) بلکہ خود کو ایسے انسانوں کی جان و مال کا خریدار قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

---

[1] (فقہ سیاسی در اسلام — صفحہ ۱۴)
[2] (نہج البلاغہ — خطبہ ۲۴)

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"بے شک اللہ نے صاحبانِ ایمان سے ان کے جان و مال کو جنّت کے عوض خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ وعدۂ برحق توریت ,انجیل اور قرآن ہر جگہ ذکر ہوا ہے اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا کون ہو گا تو اب تم لوگ اپنی اس تجارت پر خوشیاں مناؤ جو تم

نے خدا سے کی ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ "

کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد،[1] مشرکین کے ساتھ جہاد،[2] دین اسلام کی نشر و ترویج اور دشمنوں کے فتنے کو دور کرنے کے مقصد سے جہاد،[3] ظلم اور ناانصافی کا مقابلہ کرنے کے مقصد سے جہاد،[4] مسلمانوں کے خلاف حملہ آوروں کی جنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاد[5] اور اسلامی حکومت کے ساتھ غیر مسلموں کی

---

[1] (سورہ توبہ ــ آیت ۷۳)

[2] (سورہ توبہ - آیت ۳۶)

[3] (سورہ انفال ــ آیت ۳۹)

[4] (سورہ حج ــ آیت ۳۹)

[5] (سورہ بقرہ ــ آیت ۱۹۰)

وعدہ خلافی کا مقابلہ،[۱] نہ صرف ہر مسلمان کا حق ہے بلکہ شریعت اسلام کے نقطۂ نظر سے ایک دینی فریضہ اور ذمہ داری ہے اور مسلمانوں کو (کسی قابل قبول عذر کے بغیر) اس دینی ذمہ داری سے انکار اور بے توجہی کا حق نہیں ہے۔[۲]

اگرچہ ممکن ہے مجاہد انسان کی تقدیر اور سرنوشت، اس کی مادی اور دنیوی زندگی کا خاتمہ ہو، لیکن بلاشبہ اسے معنوی اور جاوداں زندگی حاصل ہو گی۔

---

[۱] (سورہ توبہ ـ آیات ۱۳، ۱۲)

[۲] (سورہ توبہ ـ آیت ۸۱)

جائز اور شرافت مندانہ دفاع

ایک اور استثناء کہ جو اسلام میں اپنی حیات سلب کرنے سے منع کرنے کے حکم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، انسان کا اپنی جان و مال یا اپنے اہل خانہ کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی بہت سی روایتیں انسان کے اپنی جان و مال کے دفاع یا اپنے خاندان کی حفاظت کے بارے میں موجود ہیں۔ ہم ان میں سے نمونے کے طور پر ایک روایت بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

قال رسول اللہ (ص): ﴿من قاتل دون نفسہ حتی یقتل فھو شھید، و من قتل دون مالہ فھو شھید، و من قاتل دون اھلہ

حتی یقتل فھو شھید، و من قتل فی جنب الله فھو شھید﴾[1]

رسول خدا ﷺ نے فرمایا:
"جو بھی اپنی جان کی حفاظت کے لیے لڑائی کرے یہاں تک کہ مارا جائے تو وہ شہید ہے اور جو کوئی اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے خاندان کے دفاع میں لڑائی کرے اور مارا جائے، وہ شہید ہے اور جو راہ خدا میں مارا جائے وہ شہید ہے"۔

جان و مال اور خاندان کے دفاع کے لیے شہید ہونے والے کا ایسا مقام و مرتبہ، اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کو بیان کرتا ہے کہ جو اسلام نے انسان کی

---

[1] (کنزالعمال ـ جلد ۴ ـ صفحہ ۴۲۵)

ذات اور اس کے خاندان کی سلامتی پر ہونے والے ظلم و ستم اور جارحیت کا مقابلہ کرنے کو دی ہے، یہاں تک کہ شریعت اسلام نے انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی سلامتی کے دفاع کے راستے میں اپنی زندگی خطرے میں ڈالے اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس کا مقابلہ کرے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "جو کوئی ظلم کے خلاف کھڑا ہو اور انصاف طلب کرے اور مارا جائے تو وہ شہید شمار ہو گا" (فروع کافی ۔جلد ۵ ۔صفحہ ۵۲)

قرآن کریم کے اس فرمان میں بھی اس کی تاکید کی گئی ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾[1]

"لٰہذا جو تم پر زیادتی کرے تم بھی ویسا ہی برتاؤ کرو جیسی زیادتی اس نے کی ہے۔"

ذریعہ معاش کا حق

قانون اسلام میں انسانوں کی حیات اور زندگی سلب کرنے اور چھینے پر پابندی کے علاوہ ذریعہ معاش اور روزی کا حق اور زندگی اور حیات کو جاری رکھنے کے لئے کم سے کم وسائل و امکانات کا حامل ہونا بھی انسان کے حق حیات کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] (سورہ بقرہ - آیت ۱۹۴)

شریعت اسلام، حیات جاری رہنے کے امکان کے لئے بنیادی اور ضروری وسائل کو تمام انسانوں کا حق قرار دیتی ہے اور اس نے اس اہم اور بنیادی حق کے حصول خاص طور پر اسلامی معاشرے کے اندر غربت و تنگ دستی کو ختم کرنے کے لئے وسیع اور جامع پروگرام پیش کئے ہیں۔

اسلام میں غربت کا مقابلہ کرنے کو معاشرے کی ایک عمومی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور عوام میں سے بعض افراد (امیروں) اور گروہوں کی اجارہ داری کو معاشرے کے وسائل و امکانات کی منصفانہ تقسیم کی راہ میں ایک اصلی رکاوٹ کی حیثیت سے منع کیا گیا

ہے۔ قرآن کریم نے معاشرے کے متمول افراد کی جانب سے معاشرے کی دولت متمرکز اور ایک جگہ اکٹھا کرنے کی واضح الفاظ میں مخالفت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾[1]

"جو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسول کو دلوایا ہے وہ سب اللہ ,رسول اور رسول کے قرابتداروں، یتیموں، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے تاکہ سارا

[1] (سورہ حشر۔آیت ۷)

مال صرف مالداروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے۔"

اسی طرح معاشرے کے افراد کو ہر ایسا عمل انجام دینے سے منع کیا گیا ہے کہ جو ایک معاشرے میں انسانوں کے ذریعہ معاش اور روزی کے حق سے منافات رکھتا ہو اور کمزور اور کم آمدنی والے طبقے پر دباؤ پڑنے اور ان کی زندگی کی ضروریات میں خلل پڑنے کا سبب بنے۔ مثال کے طور پر کھانے پینے اور لوگوں کی روزمرہ کی ضروریات کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے جو لوگوں کی روزی اور ذریعہ معاش سے منافات رکھتی ہے اور لوگوں کو اپنی زندگی گزارنے کے

سلسلے میں مشکل اور سختی سے دوچار کرتی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے۔[1] اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے کھانے پینے کی چیزوں کی چالیس روز تک ذخیرہ اندوزی کی، وہ خدا سے بری الذمہ ہے اور خدا بھی اس سے بیزار ہے۔[2]

---

[1] (کتاب وسائل الشیعہ – جلد ۲ - صفحہ ۴۲۵)

[2] (کتاب تہذیب – جلد ۶ – صفحہ ۳۶۸)

انسانوں کی حیات جاری رکھنے کے لیے اسلام کے اقدامات

عام استعمال کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی منع کرنے کے علاوہ

شریعت اسلام نے غربت کے خاتمے، معاشرے کی دولت اور آمدنی محدود اور خاص افراد کے پاس جمع ہونے کو روکنے کے لئے انتظامی، اقتصادی اور سماجی اقدامات اور اصول و قوانین مقرر کئے ہیں کہ جن پر عمل درآمد سے دولت منصفانہ طور پر تقسیم ہو گی اور یہ اقدامات اقتصادی اور سماجی انصاف کے ضامن ہیں۔ ان اقدامات اور اصول و قوانین کا خیال رکھنے سے طبقاتی اختلاف پیدا اور گہرا نہیں ہوتا

کہ جو زندگی کی ابتدائی ضروریات پوری کرنے اور بنیادی امور کو چلانے میں کمزور اور ناتواں طبقے کے مقابل ایک متمول اور دولت مند طبقہ پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

اسلام نے محرومیوں کو دور کرنے اور زندگی کی ابتدائی اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ترغیبی یا اختیاری اور لازمی مالیاتی ادارے قائم کرنے کا اقدام کیا ہے اور اس قسم کے اقتصادی اور سماجی اداروں کے لئے معنوی اور روحانی حمایت و پشتپناہی فراہم کر کے عام لوگوں کی زندگی اور ذریعہ معاش کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے اسلامی معاشرے کی

رہنمائی کی ہے۔ ان میں سے بعض اہم مالیاتی ادارے درج ذیل ہیں:

۱۔ انفاق

یہ اختیاری ادارہ کہ جس پر اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے، معاشرے کے افراد کو ضرورت مند اور محتاج لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی ترغیب اور تشویق دلانے کے لئے ہے، کہ جس کے بارے میں قرآن کریم کی دسیوں آیتیں اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں کہ جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي

كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾[۱]

"جو لوگ راہِ خدا میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کے عمل کی مثال اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور پھر ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ بھی کر دیتا ہے کہ وہ صاحبِ وسعت بھی ہے اور علیم و دانا بھی۔"

اسی طرح قرآن کریم نے محتاجوں کی مدد اور انفاق نہ کرنے کی مذمت میں فرمایا ہے:

﴿--- وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾[۱]

---

[۱] (سورہ بقرہ-آیت ۲۶۱)

"۔۔۔ اور جو لوگ سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے پیغمبر, آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔"[1]

پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی مسلمانوں سے فرمایا:

"تم میں سے کسی کی بھی یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ وہ رات کو پیٹ بھر کر سوئے جب کہ اس کا ہمسایہ بھوکا ہو"[2]

انفاق یا راہ خدا میں خرچ کرنا اسلام کی نظر میں اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ نماز جیسی بالا ترین اور بافضیلت ترین عبادات اور

---

[1] (سورہ توبہ۔آیت ۳۴)

[2] HUMAN RIGHTS IN ISLAMIC LAW – PAGE.۴

اعمال کے ساتھ اس کا مقام و مرتبہ ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں نماز کے فوراً بعد اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ﴾[۱]

"آپ میرے ایماندار بندوں سے کہہ دیجئے کہ نمازیں قائم کریں اور ہمارے رزق میں سے خفیہ اور علانیہ ہماری راہ میں انفاق کریں قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جب نہ تجارت کام آئے گی اور نہ دوستی۔"

﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾[۲]

---

[۱] (سورہ ابراہیم۔ آیت ۳۱)

[۲] (سورہ بقرہ۔ آیت ۳)

"جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں
پابندی سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز
ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا
ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی
کرتے ہیں۔"

﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴾[۱]

"وہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں
اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے
انفاق بھی کرتے ہیں۔"

﴿الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴾[۲]

---

[۱] سورہ انفال ـ آیت ۳
[۲] (سورہ حج ـ آیت ۳۵)

" جن کے سامنے ذکر خدا آتا ہے
تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور وہ جو مصیبت پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے جو رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔"

۲۔ خمس

ایک اور مالیاتی ادارہ جو زندگی کو بہتر بنانے، محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے اور اسلامی معاشرے کے خاص اور ضروری اخراجات کو پورا کرنے کے لئے پیش نظر رکھا گیا ہے، خمس کا ادارہ ہے۔

خمس ایک ایسا حق ہے جو ہر مسلمان کے منافع کے پانچویں یعنی بیس

فیصد حصے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ منافع جو ایک مسلمان کے اپنے جائز کام اور تجارت کی کمائی سے ایک سال کے دوران اس کے عام اخراجات نکالنے کے بعد بچ جاتا ہے، اس پر خمس لاگو ہوتا ہے۔اسی طرح خزانہ پانے، غوطہ خوری سے مال ملنے، معدنیات کی دولت اور جنگی مال غنیمت وغیرہ پر بھی خمس لاگو ہوتا ہے۔[1]

قرآن کریم نے خمس کے وجوب اور اس کے استعمال میں فرمایا ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ --- ﴾[2]

---

[1] (اسلام ومالکیت ــ صفحہ ۲۱۰)

[2] (سورہ انفال ــ آیت ۴۱)

اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ ،رسول ,رسول کے قرابتدار ,ایتام ,مساکین اور مسافرانِ غربت زدہ کے لئے ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے۔"

۳۔ زکوٰۃ

اسلام کے اقتصادی احکام میں زکوٰۃ کا ادارہ مال کا ایک حصہ ہے جو ایک مسلمان کو اپنے مال سے ایک مقررہ حد نصاب تک پہنچنے کے بعد ادا کرنا چاہئے۔[1]

قرآن کریم میں زکوٰۃ سے متعلق بہت زیادہ آیتیں ہیں اور ان میں سے اکثر آیتوں میں نماز کے قیام کے

---

[1] (طرح تحلیلی اقتصادی اسلامی ـــ صفحہ ۲۲۰)

بعد زکوٰۃ کے وجوب پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾[1]

"اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کہ جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دو گے سب خدا کے یہاں مل جائے گا۔ خدا تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

اسی طرح قرآن کریم نے ان لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہ جو خدا کی مدد کرتے ہیں، فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾[1]

---

[1] (سورہ بقرہ ـ آیت ۱۱۰)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انہوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور یہ طے ہے کہ جملہ امور کا انجام خدا کے اختیار میں ہے۔"[1]

زکوۃ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس سے سماجی ضروریات پوری کرنے، محتاجوں، ضرورت مندوں، غریبوں، یتیموں، بے روزگاروں، قرض داروں، مسافروں اور زندگی کی مشکلات میں گرفتار افراد کی مدد کرنے کے لئے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔[2]

---

[1] (سورہ حج ــ آیت ۴۱)

[2] (طرح تحلیلی اقتصاد اسلامی ــ صفحہ ۲۲۲)

۴- خراج

خراج کا ٹیکس مال کی وہ مقدار ہے جو زمین کی فصل سے اس کی قیمت کے ساتھ لی جاتی ہے۔ یہ ٹیکس اسلامی حکومت اپنی تشخیص، کسانوں اور زمینداروں کی رضامندی سے اور لوگوں کے مفاد عامہ کے مطابق لگاتی ہے۔ سب سے پہلے زمین اور کسان کے اخراجات کو اس میں سے نکالنا چاہئے۔[1]

۵- جزیہ

یہ وہ واحد ٹیکس ہے جو غیر مسلموں پر لگایا جاتا ہے اور یہ اہل

---

[1] (اسلام ومالکیت ــ صفحہ ۲۱۱)

کتاب (خدا اور رسولوں کے دین کو ماننے والوں) سے مختص ہے۔ اہل کتاب اگر جزیہ کی ادائیگی اور مسلمانوں اور اسلام کی حدود کی حرمت کے احترام کا وعدہ کریں تو ان کی جان و مال اور عزت محفوظ ہے اور وہ اسلام کے ذمہ میں ہیں اور حقوق و حدود میں دوسرے مسلمانوں کے برابر ہیں۔[1]
جزیہ کی مقدار، اسلامی حاکم جزیہ دینے والے کی توانائی اور مصلحت کے مطابق طے کرتا ہے اور "ذمہ کا معاہدہ" جزیہ دینے والے اور اسلامی حکومت کے درمیان طے پاتا ہے۔

---

[1] (اسلام و مالکیت ـ صفحہ ۲۱۵)

در حقیقت جزیہ وہ مال ہے جو جزیہ دینے والا (اہل کتاب) اس خمس، زکوۃ اور کفارے کے بدلے اسلامی حکومت کو ادا کرتا ہے جو مسلمان اسلامی حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

۶۔ کفارات

اسلامی فقہ میں ایک اور مالی ادارہ، کفارات ہیں۔ بعض کفارات عبارت ہیں مال کی اس مقدار سے کہ جو بعض گناہوں کے ازالہ کے لئے دیئے جاتے ہیں، جیسے قتل کا مالی کفارہ،

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ

بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ---﴾[1]

"اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا اب اگر کوئی شخص معاف کر دے تو یہ اس کے گناہوں کا بھی کفارہ ہو جائے گا---"

عہد اور قسم توڑنے کا کفارہ،

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ

---

[1] (سورہ مائدہ ـ آیت ۴۵)

فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ﴾[1]

"خدا بے مقصد قسمیں کھانے پر تمہارا مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھ لی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے، پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو کہ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو اپنی قسموں کا تحفظ کرو۔"

حالت احرام میں شکار کرنے کا کفارہ،

---

[1]--- (سورہ مائدہ ـ آیت ۸۹)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ﴾[1]

"ایمان والو حالتِ احرام میں شکار کو نہ مارو اور جو تم میں قصداً ایسا کرے گا اس کی سزا انہی جانوروں کے برابر ہے جنہیں قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل افراد کریں اور اس قربانی کو کعبہ تک جانا چاہئے یا مساکین کے کھانے کی شکل میں کفارہ دیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں تاکہ اپنے کام کے انجام کا مزہ چکھیں۔"

---

[1] (سورہ مائدہ ــ آیت ۹۵)

بیت المال کا ادارہ اور اسلامی حکومت کا خزانہ اسلام میں اختیار شدہ مالی ذرائع کو ایک جگہ متمرکز کرنے کے مقصد سے پیش نظر رکھا گیا ہے اور بیت المال کے استعمال اور اس سے متعلقہ ترجیحات کو اسلام کے عمومی مالیہ یا ٹیکس نظام میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے اور بیت المال کے استعمال میں ہر قسم کے تفریق اور امتیاز سے منع کیا گیا ہے۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قانون سے متعلق کسی بھی نظام نے اسلام کے نظام قانون کی مانند انسانوں کی زندگی کے ذریعہ معاش اور اسے جاری رکھنے نیز محتاجوں اور ضرورت مندوں کے لئے زندگی کی ابتدائی ضروریات کا حامل ہونے کے لئے واضح

پروگرام اور انتظامی اقدامات پیش نہیں کئے ہیں۔

نتیجہ

اسلام کے نقطۂ نظر سے حیات انسانی کے حق پر توجہ دینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ:

اولاً۔ حق حیات کے بارے میں اسلام کی سوچ، جامع اور انسان کے کمال تک پہنچنے اور اس کی مادی و معنوی ترقی کے مقصد سے ہے۔

ثانیاً: مکتب اسلام میں حق حیات پر توجہ، حقیقت پسندی اور غیر معقول افراط و تفریط سے دوری کی بنیاد

پر ہے کہ جس کا مغربی نظاموں کے پروپیگنڈے میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اسلامی حقوق بشر (کہ جس کی تاریخ چودہ سو برس پرانی ہے) اور مغرب میں حقوق بشر (کہ جس کی تاریخ دو سو برس پرانی ہے) کے تقابلی جائزے میں دیکھیں کہ: (حیات انسان کے حق سمیت) انسانی حقوق پر اسلام کی نظر اور اس پر عمل درآمد کے لئے اسلامی منابع و مآخذ میں پیش کئے گئے انتظامی پروگرام، انسانی تاریخ میں اس کی بقا اور جاودانگی کا سبب بنے ہیں۔ اس کے مقابل مغربی حقوق بشر کا اعلیٰ انسانی اقدار پر مبنی نہ ہونا، مناسب اور کارآمد انتظامی اقدامات کا حامل نہ ہونا، حد سے زیادہ بے بنیاد

پروپیگنڈہ اور افراط و تفریط، (حیات انسان کے حق سمیت) انسانی حقوق کو ترقی دینے میں عدم کامیابی کا سبب بنا ہے۔

یہاں ہم مختصر طور پر اس تقابلی مطالعہ اور جائزہ کے بعض نکات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ حقوق بشر کا اسلامی نظام، حق حیات کو خداوند متعال کی عطا و بخشش سمجھتا ہے اور زندگی اور حیات کی قدر و قیمت کو انسان کے اعلیٰ مقام و مرتبے کی بنیاد پر الٰہی مکاتب کے نقطۂ نظر سے بیان کرتا ہے، لیکن حقوق بشر کا مغربی نظام حق حیات کو ہیومینسٹی (انسانیات) کے نقطۂ نظر کی بنیاد پر انسان کے لئے ایک فطری حق کی حد تک گرا دیتا ہے۔ مغربی نظام

قانون کی اس سوچ کا نتیجہ یہ ہے کہ حق حیات "مطلق حق" کے طور پر لامحدود سمجھا جاتا ہے، جب کہ اسلامی نظام قانون نے اس حق کے بقا اور دوام کو بعض شرائط سے مشروط کیا ہے کہ جنہیں اسلام نے معین کیا ہے۔

۲۔ حق حیات کے بارے میں

مغربی نظام قانون کی تفسیر، ایک مادی تفسیر ہے جس میں انسانی وجود کے معنوی اور روحانی پہلو پر توجہ نہیں دی گئ ہے۔ جب کہ اسلامی قانون میں حق حیات کی تفسیر انسانی وجود کے تمام پہلوؤں (مادی و معنوی پہلوؤں) پر مبنی اور مشتمل ہے۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے انسان کی معنوی اور روحانی حیات کی اہمیت اتنی زیادہ ہے

کہ مادی حیات و زندگی کے ساتھ تعارض اور ٹکراؤ کے موقع پر اسے مقدم قرار دیا جاتا ہے۔

۳۔ حقوق بشر کی بین الاقوامی اسناد و دستاویزات میں انسانی حیات اور زندگی کو فقط ایک "فطری حق" قرار دیا گیا ہے، جب کہ اسلامی نظام قانون میں انسانی حیات و زندگی کو ایک "حق" کے طور پر بھی اور ایک "ذمہ داری" کے طور پر بھی پہچانا گیا ہے۔ حیات اور زندگی کے بارے میں اسلام کی سوچ کی بنیاد پر اس بات کے علاوہ کہ انسان کو اپنی زندگی چھیننے اور اس کا خاتمہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اس پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، انسان پر واجب ہے

کہ اگر قدرتی عوامل یا دوسروں کے حملے
اور جارحیت کی وجہ سے کسی شخص کی
حیات اور زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، تو
وہ اس کی حمایت اور اس سے خطرے کو
دور کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور اگر اس
نے اقدام نہ کیا تو اس نے ایک بڑے گناہ
اور معصیت کا ارتکاب کیا ہے۔
۴۔اسقاط حمل کے حرام ہونے
کا حکم (ماں کی جان خطرے میں پڑنے یا
شریعت اسلام میں مقرر کردہ ضرورتوں
جیسے اضطراری اور ہنگامی مواقع کے علاوہ)
انسان کے لیے حق حیات کی جامع پہچان
اور شناخت اور حتی پیدائش سے پہلے انسانی
کرامت پر توجہ کے میدان میں اسلامی
قانون کا ایک امتیاز ہے، جب کہ اس وجہ

سے کہ مغربی حقوق بشر کی دستاویزات میں اسقاط حمل کی حرمت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے، اکثر مغربی ملکوں میں ولادت سے پہلے انسانی زندگی کو ختم کرنا (اسقاط حمل) جائز اور قانونی قرار دیا گیا ہے اور بعض اوقات تو اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

۵۔اسلامی نظام قانون میں، انسانی عزت و کرامت کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کے حق حیات کا ایک حصہ ہونے کی حیثیت سے ایک انسان کے لئے مطلوب اور شایان شان زندگی کی فراہمی پر توجہ دی گئی ہے۔[1] اسلامی اصول و قوانین

---

[1](اسلامی حقوق بشر اعلامیہ ۔ آرٹیکل ۲)

میں اس کے حصول کے لیے بہت سے اقدامات اور پروگرام پیش کئے گئے ہیں اور زکوۃ، خمس، کفارات اور صدقات وغیرہ جیسے مالی اداروں کا شمار ان پروگراموں اور اقدامات میں ہوتا ہے، جب کہ مغرب کے حقوق بشر نظام میں "انسانی رفاہ اور فلاح و بہبود" اور محدود مواقع بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور انسانی عزت و کرامات پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔[1]

۶۔ بوڑھے افراد، عورتوں اور بچوں جیسے معاشرے کے خاص طبقات، بیمار افراد اور مسلح جھڑپوں میں زخمی ہونے والے افراد، قیدیوں کے حقوق کی

---

[1] (عالمی حقوق بشر اعلامیہ ۔آرٹیکل ۲۵)

حمایت کی ضرورت، قتل ہونے والے افراد کی لاشوں کی بے حرمتی پر پابندی اور قیدیوں اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ نازیبا سلوک پر مکتب اسلام کی خاص توجہ، انسانی حیات و زندگی کے مسئلے پر اسلام کے نقطۂ نظر کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، جب کہ حقوق بشر کی بین الاقوامی دستاویزات میں ان حقوق پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔

منابع اور مآخذ

۱) قرآن کریم

۲) نہج البلاغہ

۳) سیرۃ ابن ہشام ــ ۱۸۵۸ عیسوی۔ مطبوعہ کیٹیگن

۴) اسلامی حقوق بشر اعلامیہ

۵) وسائل الشیعہ۔ شیخ حر عاملی۔ ۱۳۲۴ ہجری قمری ــ بیروت

۶) کنزالعمال فی سنن الاقوال و الافعال ــ علاء الدین علی ــ ۱۳۱۲ ہجری قمری ــ حیدرآباد

۷) تہذیب الاحکام ــ شیخ طوسی ــ ۱۹۵۸عیسوی ــ نجف اشرف

۸) فروع کافی ــ محمد بن یعقوب کلینی ــ دارالکتب الاسلامیہ ۱۳۷۸ ہجری قمری ــ تہران

۹) سنن دارمی ــ عبدللہ بہرام دارمی ــ مطبوعہ دمشق ــ موسسہ الرسول ــ بیروت

۱۰) اسلام و مالکیت در مقایسہ با نظام ہای اقتصادی غرب ــ آیۃ اللہ طالقانی ــ ۱۳۵۹ ہجری شمسی ــ تہران

۱۱) فقہ سیاسی در اسلام ــ محمد صالح الظالمی ــ پیام آزادی ۱۳۵۹ ہجری شمسی ــ تہران

۱۲) طرح تحلیلی اقتصادی اسلامی ــ ڈاکٹر بناء رضوی ــ بنیاد پژوہشہای اسلامی ــ ۱۳۶۷ ہجری شمسی ــ مشہد

۱۳) حقوق بشر در اسلام ــ ڈاکٹر عسکر حقوق ــ دانشگاہ آزاد اسلامی واحد مرکزی ــ ۱۳۷۶ ہجری شمسی ــ تہران

۱۴) اسلام و حقوق بشر ــ زین العابدین قربانی ــ دفتر نشر فرہنگ اسلامی ــ ۱۳۷۵ ہجری شمسی ــ تہران

۱۵) Human Rights in Islamic Law — Tahir Mahmoud — New Delhi — ۱۹۹۳

۱۶) حقوق بشر در سہ نظام حقوقی: حقوق بین الملل، حقوق اسلام و حقوق ایران ــ ڈاکٹر عباس خواجہ پیری ــ انتشارات دانشگاہ آزاد اسلامی - واحد تہران مرکزی ــ ۱۳۸۱ ہجری شمسی